اسلامی انقلاب کے جانگسل تقاضے

از جناب سید اسعد گیلانی صاحب

اے آنکہ زنی دم از محبت — از ہستیٔ خویشتن بہ پرہیز
برخیزد و بہ تیغِ تیز بنشیں — یا از سرِ راہِ دوست برخیز

حضرت خبابؓ بن ارت سے روایت ہے:

"ہم نے آنحضورؐ کی خدمت میں اپنی مشکلات کی شکایت کی اس حالت میں کہ آپ کعبہ کے سایہ میں چادر پر ٹیک لگائے تشریف فرما تھے۔ اور یہ وہ وقت تھا کہ ہم مشرکین کی سختیاں جھیل رہے تھے ہم نے عرض کیا "کیا آپ ہمارے لیے مدد نہ طلب فرمائیں گے۔ دُعا نہ مانگیں گے"؟

آپؐ نے فرمایا ——— اور آپ کا چہرہ تمتا رہا تھا۔

"تم سے پہلوں کا یہ حال ہوا ہے کہ مردِ مومن کو پکڑا جاتا اور زمین میں گڑھا کھود کر اُس میں اُسے گاڑ دیا جاتا۔ پھر آرا لایا جاتا اور اس کے سر پر رکھ دیا جاتا اور دو ٹکڑے کر دیئے جاتے۔ اور گوشت ہڈیوں میں لوہے کی کنگھیاں پھیر دی جاتیں۔ لیکن یہ سب کچھ مردِ مومن کو دینِ حق سے باز نہ رکھتا۔ بخدا اللہ اِس کام کو پورا کر کے رہے گا۔ یہاں تک کہ سوار صنعا یمن سے حضرموت تک سفر کرے گا۔ اور اُسے خدا کے سوا اور بکریوں پر بھیڑیے کے حملے کے سوا کسی کا خوف نہ ہوگا ——— لیکن تم جلد بازی سے کام لے رہے ہو"؟ (بخاری)

بیعتِ عقبہ کے موقع پر رات کی مجلس میں مدینے کے ایک نوجوان اسعد بن زرارہ نے پورے وفد سے مخاطب ہو کر کہا:

"ٹھہرو اے اہل یثرب!

ہم لوگ جو ان (نبی صلی اللہ علیہ وسلم) کے پاس آتے ہیں تو یہ سمجھتے ہوئے آتے ہیں کہ یہ اللہ کے رسول ہیں اور انہیں یہاں سے نکال لے جانا تمام عرب سے دشمنی مول لینا ہے۔ اس کے نتیجے میں تمہارے نونہال قتل ہوں گے اور تلواریں تم پر برسیں گی۔ لہٰذا اگر تم اس کو برداشت کرنے کی طاقت اپنے اندر پاتے ہو تو ان کا ہاتھ پکڑلو ——— اور اس کا اجر اللہ کے ذمے ہے اور اگر تمہیں اپنی جانیں عزیز ہیں تو پھر چھوڑ دو اور صاف صاف عذر کر دو۔ کیونکہ اس وقت عذر کر دینا خدا کے نزدیک زیادہ قابلِ قبول ہے۔"

عباس بن عبادہ بن نضلہ نے کہا:

"جانتے ہو اس شخص سے کس چیز پر بیعت لے رہے ہو؟"

آوازیں "ہاں جانتے ہیں۔"

"تم اس کے ہاتھ پر بیعت کر کے دنیا بھر سے لڑائی مول لے رہے ہو۔ پس اگر تمہارا خیال یہ ہو کہ جب تمہارے مال تباہی کے اور تمہارے اشراف ہلاکت کے خطرے میں پڑ جائیں گے تو تم اسے دشمنوں کے حوالے کر دو گے تو بہتر یہ ہے کہ آج ہی اسے چھوڑ دو کیونکہ خدا کی قسم یہ دنیا اور آخرت کی رسوائی ہے۔ اور اگر تمہارا ارادہ یہ ہے کہ جو بلاوا تم اس شخص کو دے رہے ہو اس کو اپنے اموال کی تباہی اور اپنے اشراف کی ہلاکت کے باوجود نبھاؤ گے تو بے شک اس کا ہاتھ تھام لو کہ خدا کی قسم یہ دنیا اور آخرت کی بھلائی ہے۔"

آوازیں آئیں "ہم اسے لے کر اپنے اموال کو تباہی اور اپنے اشراف کو ہلاکت کے خطرے میں ڈالنے کے لیے تیار ہیں۔"[1]

ایک غالب نظامِ زندگی کسی معاشرے پر اس طرح حاوی اور محیط ہوتا ہے جس طرح کسی کمزور اور نازک پودے پر آکاس بیل پوری طرح چھا گئی ہو۔ اس کے زنجیر نما تار پودے کا ایک ایک پتہ، ایک ایک کونپل، ایک ایک ٹہنی کو اپنی مضبوط گرفت میں لے لیتے ہیں اور جب اس محیط بیل کی گرفت سے اس پودے کو آزاد کیا جائے تو بیل کا ایک ایک تار حلقۂ زنداں بن بن کر ایک ایک پتی اور شاخ پر مزاحمت کرتا ہے اور پودے کی آزادی کو اس طرح ناممکن بنا دیتا ہے جس طرح ناخن کا گوشت سے آزاد ہونا

[1] تفہیم القرآن، دوم، صفحہ ۱۲۰ - ۱۲۱

دشوار ہوتا ہے۔

پورے معاشرے کو اس عملِ آزادی کی جدوجہد کے دوران میں کرب و اذیت سے دوچار ہونا پڑتا ہے اور یہ ممکن نہیں ہوتا کہ یہ کام ٹھنڈے پیٹوں ہنسی خوشی انجام پاجائے جس طرح نازک جلد پر چمٹے ہوئے کنکھجورے کو علیحدہ کرنا ایک دشوار کام ہے کہ وہ اپنے لاتعداد زہریلے پاؤں گوشت کے اندر پیوست کیے رہتا ہے اور ایک ایک پاؤں کا اُکھڑنا سخت درد و کرب کا موجب ہوتا ہے۔ اسی طرح غالب نظام کے گڑے ہوئے پنجوں سے کسی معاشرے کی آزادی کا عملِ انقلاب بڑا جان جوکھوں کا کام ہے اور اسے وہی لوگ انجام دے سکتے ہیں جنہوں نے سب طرف سے منہ موڑ کر اپنے آپ کو قبول کیے ہوئے مقصد کے ہی اپنا آپ حوالے کر دیا ہو اور اس مقصد کو کامیاب کرنے کی خاطر اپنی ہستی کی ساری متاع جھونک دینے کے لیے اپنی جان ہتھیلی پر لیے پھرتے ہوں جن لوگوں نے کسی مقصد کو قبول بھی کیا ہو اور پھر اس کی راہ میں کچھ تحفظات (RESERVATIONS) بھی رکھتے ہوں۔ ان کا کام کوئی انقلابی عمل انجام دینا نہیں ہے بلکہ جب وہ انقلابی عمل کامیابی کے مراحل طے کرلے تو پھر اس کی خدمت کے لیے کرائے کے سپاہی بن جانا ہے۔

ہر انسانی معاشرہ زمانے کی کسی نہ کسی گردش کے ساتھ انقلاب سے دوچار ہوتا رہتا ہے اور اس کی زندگی کو برقرار رکھنے کے لیے ایسے انقلابی عمل کا بروئے کار آتے رہنا ضروری ہوتا ہے۔ لیکن ایسے انقلابی عمل کے موقع پر معاشرے میں کچھ قوتیں جو فکری لحاظ سے باہمی اختلافات رکھتی ہیں اور انسانی فلاح کے لیے مختلف پروگرام پیش کرتی ہیں۔ ضرور آپس میں کشمکش کرتی ہیں اور جس قدر اُن میں توانائی اور تضاد ہوتا ہے اسی نسبت سے وہ کشمکش کسی نتیجہ خیز صورت میں ظاہر ہونے سے پہلے جانگسل اور شدید ہوتی ہے ایسی تحریکیں حق پرستی کی مدعی ہوں یا باطل عزائم لیے ہوئے ہوں ان کے نتیجہ خیز ہونے کے لیے اپنے مخالفین کے ساتھ کشمکش ضروری ہے اور اس کشمکش کے بغیر کوئی انقلابی عمل ظاہر نہیں ہو سکتا بلکہ اگر ظاہر بھی ہو جائے تو اُس کی بنیاد میں ضرور کوئی ایسی خرابی رہ جاتی ہے جو بہت جلد اسے کمزور کرکے منہدم کر دیتی ہے۔

انقلابی عزائم لے کر قربانیاں دینے کی مثالیں تاریخ انسانی میں ہر قابلِ ذکر تحریک کے دامن میں درخشاں جواہر کی طرح نظر آتی ہیں۔ جس کے پاس یہ چیز نہیں ہے تاریخ نے اپنے صفحات پر اسے کوئی جگہ نہیں دی ہے لیکن یہ ایک حقیقت ہے کہ وہ تحریکیں جو حق کو مطمعِ نظر بنا کر اٹھیں اور جنہوں نے حق کا دامن پکڑا انہوں نے ایسی مثالیں پیش کرنے میں دنیا کی تمام باطل تحریکوں کے داعیوں کو بارہا مات دی ہے۔ اس لیے کہ باطل تحریکیں

مادی منفعتوں کی لاگ سے بچ نہیں سکتیں اور مادی منفعت کی کمی بیشی خلوص اور معیارِ قربانی کو بھی کم و بیش کر دیتی ہے۔

انسانیت کے وجود میں آنے کے بعد سے ایک تحریک اسلامی ہی ہے جو تاریخ کے ہر دَور میں بار بار اُبھرتی رہی ہے۔ تحریک اسلامی سے مراد وہ تحریک ہے جس کے داعی اپنی قوم کو یَا قَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِنْ إِلٰهٍ غَيْرُهُ (اے میری قوم کے لوگو، اللہ کی بندگی کرو، اس کے سوا تمہارا کوئی خدا نہیں ہے) کہہ کر مخاطب کرتے ہوئے انسانی تاریخ کے ہر دَور میں، کچھ کچھ زمانے کے وقفے کے ساتھ، صدیوں کے گزرنے کے ساتھ، تہذیبوں کے بدلنے کے ساتھ، تمدن کی ترقی کے ساتھ، ہر دَور میں ہر جگہ پیہم اور بار بار آتے رہے ہیں اور یہی ایک بات کہہ کر اپنی تحریک کا آغاز کرتے رہے ہیں۔

—— اللہ کی حاکمیت تسلیم کرو، اس کے سوا کوئی الٰہ نہیں ہے۔

—— رسول کی اطاعت کرو، اس لیے کہ وہ اللہ کا پیغام لاتا ہے اور اس پر عمل کر کے دکھاتا ہے۔

—— آخرت میں خدا کے سامنے جواب دہی کے لیے تیار ہو جاؤ۔ اس لیے کہ وہ لازماً منعقد ہوگی۔

بار بار یہی دعوت مختلف زبانوں اور مختلف زمانوں میں مختلف قوموں کے سامنے مسلسل پیش کی جاتی رہی ہے اور اس دعوت کے داعیوں کو انسانوں کی طرف سے یکساں طرزِ عمل کا سامنا کرنا پڑتا رہا ہے۔ تردید، تکذیب، ترغیب اور جبر و تشدد سے ہمیشہ اس دعوت کا جواب دیا جاتا رہا ہے۔ دعوتِ انقلابِ اسلامی کے علمبرداروں کو ہمیشہ ستایا گیا۔ ان کی باتوں کا جواب ظلم و جور کے ہتھیاروں سے دیا گیا۔ کسی کو مجنون قرار دیا گیا۔ کسی کو جادوگر کہا گیا۔ کسی کو وطن سے نکال باہر کیا گیا۔ کسی کو آگ میں جھونکا گیا۔ کسی کو قتل کیا گیا۔ کسی کو قتل کی دھمکیاں دی گئیں۔ کسی کا بائیکاٹ کیا گیا۔ کسی کے ماننے والوں کے خاندانوں کو قوت کے زور سے تباہ و برباد کیا گیا۔ کسی کو صلیب پر لٹکانے کے منصوبے بنائے گئے اور کسی کو آروں سے چیر دیا گیا۔ غرض آپ دعوت اسلامی کو تسلیم کرنے والوں کی آزمائشوں پر نظر ڈالیں تو قربانیوں کی یہ درخشاں داستانیں انسانیت کے جوہر کا بہترین نمونہ ہیں۔ کسی کو پہاڑ سے گرایا گیا۔ کسی کو کوئلوں پر لٹایا گیا اور کسی کو تپتی ریت اور جھلستے ہوئے پتھر کی سلوں کے نیچے دبایا گیا۔ کسی کو زنجیریں ڈالی گئیں، اور کسی کے بدن کا ایک ایک عضو کاٹ کاٹ کر پھینکا گیا۔ کسی کو گھاس اور پتے اور خشک چمڑا بھون کر کھانا پڑا تو کسی کو مارتے مارتے نیم جان کر دیا گیا۔ کسی کے پیچھے اوباشوں کی ٹولیاں پھرتی اور اسے لہولہان کرتی رہیں۔ کسی خاتون کو نیزہ مار کر شہید کر دیا گیا تو کسی کے گلے میں رسی ڈال کر اُسے گھسیٹا گیا۔ کسی کے اپنے جگر کے ٹکڑے تلواریں کھینچ کر اُس کے سامنے آ کھڑے ہوئے اور اُسے اُن کے ساتھ نسل اور خون کا نہیں

بلکہ حق پرستی اور مقصدِ زندگی کا حساب چکانا پڑا۔ اس دعوتِ حق کے نتیجے میں کسی کی جائداد لوٹ لی گئی۔ کسی کے مال تباہ ہوئے اور کسی کے کاروبار بیٹھ گئے، جو زیبا و حریر پہنتے تھے ان کو پورا کفن بھی نصیب نہ ہو سکا۔ اُن کے جسم پر چیتھڑوں کے سوا کوئی لباس نہ رہا۔ کسی کو بیس بیس سال کوڑے کھانے پڑے اور جیلوں میں سڑنا پڑا اور کسی کے بازو اکھڑوا دیے گئے۔ کسی کو زہر دیا گیا۔ اور کسی کو راہِ حق میں لہو کے پیاسے ہزاروں دشمنوں کی فوجوں سے تنہا لڑ کر جان دے دینا پڑا۔ ان ان مراحل سے گذر گذر کر حق پرستوں کا قافلہ رضائے الٰہی کی منزل تک پہنچتا رہا ہے۔

غرض انسانیت کی تاریخ میں اگر کوئی گراں سرمایہ ملتا ہے اور کہیں کوئی جوہر دکھائی دیتے اور ظاہر ہوتے ہیں تو اسی وقت جب کوئی اسلامی انقلابی عمل کسی انسانی معاشرے میں برپا ہوتا ہے اور اس کے بروئے کار لانے اور اس کی مزاحمت کرنے کے لیے انسان دو صفوں میں بٹ کر آمنے سامنے آجاتے ہیں، حق دشمنی اور حق پناہی کا جب کبھی یہ معرکہ زمین پر برپا ہوتا ہے تو قدسیوں کی نگاہیں اس کے نتائج پر لگ جاتی ہیں۔ اور انسانی تاریخ ایک نئے باب کا افتتاح کرنے کے لیے تیار ہو جاتی ہے۔

اسلامی تحریک دراصل بنی نوع انسان کے صالحیت پسند ضمیر کی اجتماعی کوششوں سے وجود میں آتی ہے اور چونکہ انسان کو صالحیت پسندی قدرت نے اس کی فطرت کے اندر ودیعت کر دی ہے اس لیے انسانی معاشرہ جو ازل سے ابد تک اپنی مخصوص فطرت کے ساتھ نسل در نسل رواں دواں ہے جب گمراہی اور ضلالت کے بوجھ تلے دبا دبا اس سے چھٹکارا پانے کے لیے اجتماعی کشمکش سے دوچار ہوتا ہے تو اس کا اجتماعی ضمیر جاگ اٹھتا ہے اور اس معاشرے میں تحریک اسلامی برپا ہو جاتی ہے جو فسق و فجور، ضلالت و گمراہی اور ظلم و تشدد اور ناحق پرستی کے خلاف کشمکش کرتی ہے اور جب یہ کشمکش چلتی ہے تو تحریک کے داعی اور اس کے ساتھی جسم و جان، مال و جائداد اور رشتہ و ناتہ کی متاع لے کر قربانی کے لیے میدانِ عمل میں آجاتے ہیں۔ اُن کے میدانِ عمل میں آتے ہی اللہ تعالیٰ کی وہ غیبی قوتیں بروئے کار آتی ہیں جو حق و باطل کے ٹکراؤ پر حق کا ساتھ دیتی اور باطل کو تہس نہس کر دیتی ہیں۔ لیکن اس کے لیے شرط یہی ہے کہ صالحین کا ایک گروہ جرأت و ہمت کے ساتھ میدانِ عمل میں حق کی حمایت کرتا ہوا نکلے اور باطل کے لوہے سے اپنا لوہا ٹکرائے۔